

دوانچ کی چوڑی

”مجھے تم سے کیسی محبت ہے

آسمان کے چاند کی مانند

پر جتنی گھٹی

یہ کیسی آگ روشن ہے دل کے الاؤ میں

جو کہ

جالتی بھی نہیں بجھتی بھی نہیں

یہ کیسی چاہت ہے

دل کا دروازہ اک بار کھلا تھا

تمہاری دستک پہ

مگر

اب یہ دروازہ کھلا بھی نہیں، بند ہوتا بھی نہیں

یہ کیسی پیاس ہے

سیراب ہوتی بھی نہیں، سیر ہوتی بھی نہیں

مجھے کیسی محبت ہے تم سے

جس کی کوئی حد ہی نہیں

جس کی کوئی سرحد ہی نہیں

”بہت زبردست لائبریا کیا یہ آپ کی اپنی شاعری ہے۔“

فون کے دوسری طرف موجود سحر زدہ سے بیٹھے شہاب رضا کو لائبریا کے خاموش ہونے پہ ہوش آیا تو بے ساختہ تعریفی کلمات اس کی زبان سے نکلے۔ وہ دوسری ہنسی ہنس دی۔ شہاب کا دل ڈالواں ڈول سا ہو گیا۔

”اب میں فون بند کر رہی ہوں۔“ کوئی جواب دیئے بغیر دوسری طرف سے ریسپور دیکھ دیا گیا۔ شہاب فون کے پاس ہی بے دم سے اعجاز میں لیٹ گیا، جیسے سب کچھ گنوا چکا ہو اور یہ حقیقت تھی۔ صرف ایک ہفتے پہلے کی بات تھی جب وہ ہنستا مسکراتا ہے مگر سا شہاب رضا تھا۔ فطرتاً لاپرواہ واقع ہوا تھا۔ اس لئے بڑی سے بڑی بات کو چٹکیوں میں ڈالتا اس کی عادت تھی۔ میٹرک کے فوراً بعد ہی دوستوں کی دیکھا دیکھی اس نے اسمونگ شروع کر دی تھی۔ لڑکیوں سے بے ضرر انٹرن بھی ساتھ ساتھ چلنے لگے تھے۔ اب بی کام کے بعد فارغ ہوا تھا۔ وقت گزاری کے لئے اس نے ٹیکٹر پلازہ جانا شروع کر دیا مگر وہاں بھی وہ زیادہ عرصہ نہ ٹک سکا۔ چاہی کویت سے ملازمت ختم ہونے کے بعد آئے تھے اور اس پہنچ شروع کر دی تھی۔ من موچی در غیر مستقل مزاج شہاب کے لئے یہ تخی سوہان روح تھی۔ وہ اسے کئی بار کمانے دھانے کی ٹھکنیں کر چکے تھے۔ شہاب کا ارادہ تھا کہ وہ پراپرٹی ایڈوائزر بن کر صدر کے علاقے میں اچھی سی جگہ آفس کے لئے سیٹ کر لے۔ مگر اس سے پہلے ہی لائبریا نے اس کی دعویٰ میں شامل ہو کر پہل چا دی۔

وہ رات گئے تک چائے کا عادی تھا۔ شربت ہسٹل کے نرسنگ روم میں فون کھڑکا دیتا، وہ بھی ایک ایسی ہی رات تھی۔ وہ فون پر نرس سارہ کو فیس کرا اپنی محبت کا یقین دلارہا تھا، جب اس کے موبائل نے موسیقی نکھیرنا شروع کر دی۔ شہاب نے سارہ کو خدا حافظ کہہ کر موبائل اُن کر کے کان سے لگا لیا۔

”السلام علیکم! مارے ہیں؟“

نرم اور شیریں، اسی آواز تھی۔ شہاب طرح طرح کی لڑکیوں سے بات کر چکا تھا جو اپنے اپنے انداز میں منظرِ جہیں مگر اس لڑکی کی آواز بل و دماغ پہ چھا جانے والی تھی، وہ لمحے میں ہنس پڑ گیا۔ کسی بھی نئی لڑکی سے ملنے کی پہلی ہر بات کہتے ہوئے اس کی ایسی کیفیت ہوتی تھی جیسے یہی لڑکی اس کی زندگی میں آنے والی آخری لڑکی ہو۔ سو اس وقت بھی اس کی سرخ ہسٹل کی

ی حالت تھی۔ لڑکی کی آواز اتنی پیاری، اتنی شیریں اور خوبصورت تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ جان بوجھ کر گفتگو کو طول دیتا گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لائبہ سے دوستی بھانے کا قول لے چکا تھا۔



لائبہ نے فون بند کیا تو اپنی کامیابی کے احساس سے اس کی گہری یاد ای آنکھیں جگمگا رہی تھیں۔ بے چارہ شہاب اس کے عشق میں بڑی طرح مبتلا ہو چکا تھا جس کا ثبوت ہر منٹ بعد آنے والے مسڈ کال اور ایس ایم ایس تھے۔ رات کے گیارہ بجتے ہی اس کی بے قراری عروج پہ ہوتی بار بار وہ اس قسم کے ایس ایم ایس کرتا، جس میں وہ اس سے وعدہ لیتا کہ بارہ بجتے ہی وہ فون پہ بات ضرور کرے گی۔

لائبہ اپرٹل کلاس کے خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس کے تین بھائیوں میں سے دو امریکہ سے ڈالر کا کما کر روانہ کر رہے تھے۔ جبکہ تیسرا بھائی جو اس سے دو سال چھوٹا تھا آئی کام کا سٹوڈنٹ تھا۔ خود لائبہ گریجویشن کر رہی تھی۔ ابو سارا ون دوستوں میں گزار کر آتے توٹی وی کے آگے جم جاتے، وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسٹریز میں اچھے عہدے سے وہ دو سال پہلے سینٹرل ایکسٹریز میں اچھے عہدے سے ریٹائر ہوئے تھے اور اب بے فکری سے وقت گزار رہے تھے۔

ای سیدھی سادی گھریلو خاتون تھیں نوکرانی کے ہونے کے باوجود وہ خود بھی ساتھ ساتھ لگی رہتیں ان کا زیادہ وقت میاں اور بچوں کے پسندیدہ کھانے پکانے میں صرف ہوتا۔ خاندان والوں سے ملنے ملانے کی شوقین تھیں اس لئے گھر میں آئے دن ل بیٹھنے کے بھانے تلاش کئے جاتے۔ جوان ہونہار بیٹوں کو ماں ہونے کی وجہ سے ان کی بھی پڑ باری حد سے زیادہ ہی کی جاتی۔ محلے اور خاندان کی ہر تقریب ان کے بغیر اور بوری تصور کی جاتی۔ خود لائبہ بھی مجلسی تھی۔

وہ فطرتاً حساس، خوش مزاج، قدرے بے پاک اور رومانوی مزاج کی مہم جوئی لڑکی تھی۔ کالج سے آنے کے بعد اسے بوزیت کا شکوہ ہی رہتا۔ فائنل انگریز کی تیاری کے لئے چند روز چشیاں اس کے لئے عذاب بن گئیں۔ وقت تھا کہ گزرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ سب فریڈز پڑھائی میں مصروف تھیں اس لئے ملنا ملنا بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔ رات فیصل

ایک انگیزی سووی لایا تو تھوڑی سی دیکھ کر وہ بھڑک اٹھا آئی۔ کمرے میں آکر بیٹھنے لگی۔ پانک فون پر نظر پڑی تو تیر کی طرح ایک خیال ذہن میں آیا، چند سیکنڈ بعد ہی اس کی انگلیاں بے اختیار ہی ایک اجنبی نمبر ڈائل کر رہی تھیں۔ دوسری طرف سے جو آواز آرہی تھی وہ کسی کے کی تھی جو آواز سے مہذب اور پڑھا لکھا لگ رہا تھا۔

لائبہ کی ساری بودیت ہل بھر میں اڑ چھو ہو گئی، فون پر اس طرح کسی سے بات کرنے کا اس کا یہ پہلا موقع تھا۔ کزنز سے تو ایسی مذاق چلتا ہی رہتا تھا۔ نام تو بوقت پیدائش کا مکمل جوڑ ہوا تھا مگر پکارتے سب لائبہ کے نام سے تھے اب یہ حال تھا کہ اصل نام اب صرف تعلیمی کاغذات اور شناختی کارڈ تک محدود رہ گیا تھا۔ وہ خود بھی لائبہ کے نام سے ہی عرف کر داتی تھی۔

رضوان وہ پہلا لڑکا تھا جس نے اس کی فون پہ ایسی ایسی باتیں ہوتی رہیں۔ وہ پڑی۔ سہن کے پاس رہتا تھا۔ شروع شروع میں تو کسی کو پتہ ہی نہیں چلا کہ رضوان فون پہ ایسی ایسی باتیں کرتا ہے لیکن ایک روز بھولنے لے دھڑے سیٹ پر اتفاق سے سن لیا تو اسی روز رضوان کو اس سے پوریا بستر گول کرنا پڑا۔ کراچی والیں جاتے ہوئے وہ بہت اداس اور مضمحل لگ رہا۔ لائبہ نے اسے بڑی تسلیاں دی تھیں کہ وہ اسے ہمیشہ اسی طرح یاد رکھے گی اور غصہ کبھے گی، تھمتے پہ فون بھی کر لیا کرے گی۔ درحقیقت لائبہ نے رضوان سے جان بھرتے پہ دل ہی میں شکر ادا کیا تھا۔

وہ لائبہ کے ساتھ خجیہ ہوتا جا رہا تھا اس کی معنی خیر باتیں اچھی لگنے کے باوجود بھی کوئی وقت میں جلا کر دیتی تھیں۔

کراچی جا کر بھی رضوان کی بے قراری میں کمی نہ آئی وہ اب ایسی ایسی باتیں کر رہیں تھا۔ مجبوراً ایس ایم ایس کا سہارا لیتا۔ مگر لائبہ اب اس کی طرف سے بے نیاز ہو چکی تھی۔ ایک نمبرز پہ لڑکوں کیساتھ باتیں کرنا اسے بڑا دلچسپ مغلغلہ لگا تھا، بلکہ لگے ہاتھوں اس نے فریڈ نہ ہرا اور ہا کو بھی وقت گزاری کا یہی مشورہ دیا تھا۔ لائبہ رات تک نمبرز کو شکار کا نام دیتی، اس لحاظ سے شہاب اس کا دوسرا شکار تھا۔ شہاب جو رضوان کی طرح اس کی آواز سن کر ہی اد جان سے ماشی ہو چکا تھا۔

شروع شروع میں شہاب کے ساتھ بات کر کے اسے بڑا الحظ آیا۔ لائبہ نے ایک

نقل مندی کی تھی وہ یہ کہ اس نے شہاب کو اپنا پی ٹی سی ایل نمبر نہیں دیا۔ مجبوراً وہ رات بارہ بجے تک جاگتا رہتا۔ اتفاق سے لائیبہ کے پاس بھی اسی موبائل سمیٹی کا کنکشن تھا جو شہاب کے پاس تھا۔ رات بارہ بجے سے صبح سات بجے تک پر منٹ ایک سو پچیس تھا۔ شروع شروع میں شہاب پیاسے پیسے لکر گارڈ ڈاؤن لوڈ کرتا رہا لیکن آخر کب تک؟ پیاس کی کام چوری سے از حد ٹالاں تھے تک آکر اس کا خرچہ ہی بند کر دیا۔ ادھر شہاب کا یہ تقاضا بھی زور پکڑ گیا تھا کہ وہ لائیبہ کو دیکھنا چاہتا ہے۔ لائیبہ جو بڑی بولڈ بنتی تھی ایک بار بھی کسی ٹیلی فونک فریڈ سے ابھی تک نہیں ملی تھی۔ اس میں شاید کچھ دخل اس کے گھریلو ماحول کا بھی تھا جو خوش حالی کے باوجود کسی حد تک روایتی تھا۔ لائیبہ شاید مل بھی لیتی پھر اس کے والد ابیہیم صاحب جو ان معاملے میں روایتی باپ تھے بھائی کے سوا اس کے اکیلے کہیں آنے جانے کی آزادی نہیں تھی۔ کالج کھلے تو شہاب کی ولی مراودہ آئی۔ لائیبہ کے پیچھے نہ ہو چکے تھے اسے مارک شیٹ اور رزلٹ لینے کے لئے آنا تھا۔ فیصل اسے گیٹ کے آگے اتار کر واپس چلا گیا۔ وہ اندر جانے کے بجائے کالج کے گیٹ پر کھڑی ہو گئی اس سے پہلے کہ وہ شہاب کو فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع کرتی سامنے گیٹ کے آگے ایک بانیک رکی۔ نمبر پلیٹ پہ اس کی نگاہ اتفاقاً ہی پڑی تھی کچھ اس کی حسات بھی چیز تھیں شہاب نے موٹر بانیک پہ آنے کو کہا تھا ساتھ اس نے نمبر رنگ اور میک بھی بتا دیا تھا۔ اپنے کپڑوں کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ وہ بلیو شرٹ اور بلیک پینٹ میں ہوگا۔ شہاب ہیلٹ اتار رہا تھا۔ تب لائیبہ نے دیکھا وہ اچھا خاصا سارٹ سا نوجوان تھا۔ پر اس کی توقع پر وہ ذرا بھی پورا نہیں اُترا تھا۔ شہاب نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے لائیبہ نے ایک افسانوی ہیرو کا خاکہ تراش لیا تھا۔ مگر شہاب اس کے افسانوی خاکے سے ذرا میل نہیں کھا رہا تھا۔ تب اس نے وہیں کھڑے کھڑے فیصلہ کیا اور اپنا چہرہ دوپٹے سے اس طرح ڈھانپ لیا کہ اب صرف آنکھیں نظر آرہی تھیں۔ شہاب متلاشی اعزاز میں بار بار گیٹ سے اندر بھاٹک رہا تھا۔ لائیبہ اس کے پاس سے گزر کر اندر چلی گئی۔ موبائل اس کے پاس تھا جو اس نے ابھی ابھی آف کیا تھا۔ کافی دیر انتظار کرنے کے بعد شہاب ٹھٹھے کے عالم میں واپس چلا گیا۔ ادھر وہ گیا ادھر فیصل گاڑی لئے لائیبہ کو لینے آ گیا۔ رات جب شہاب کا فون آیا تو لائیبہ نے بڑی سنجیدگی سے اپنی اچانک طے پا جانے والی شادی کا بتایا، وہ اپنے ذرا بے میں بڑی کامیابی سے حقیقت کا رنگ بھرنے میں کامیاب رہی تھی۔

"اب مجھے فون مت کرنا میرا ہونے والا شوہر بڑا کٹی مزاج ہے۔" اس نے آخری
پھر شہاب کو یاد دہانی کرائی تو وہ دانت پیسنے کے سوا کچھ نہ کر سکا۔ دکھاوے کے طود پر لائبر
نے اپنا موبائل پورا ایک ہفتے آف کئے رکھا تا کہ شہاب اس کی طرف سے مایوس ہو جائے۔



لائبر کی چچا زاد عانتہ اپنے ماموں کی شادی میں شرکت کے لئے راولپنڈی آئی ہوئی
تھی۔ ماموں عزیز لائبر کے بھی رشتہ دار تھے سو وہ بھی بڑی پر جوش ہو رہی تھی۔ یوں تو دونوں
نے مزاج میں کافی تضاد تھا اس کے باوجود دونوں میں ٹھیک ٹھاک دوستی بھی تھی۔ لائبر بھی اس
آمد سے کافی خوش نظر آ رہی تھی اور یہ سن کر اس کی خوشی دو چند ہو گئی تھی کہ چچا کی جلد
روپنڈی پوسٹنگ ہونے والی ہے۔ عانتہ کی کہنی میں وہ بہت خوش تھی اتنی کہ اسے اپنی فون
کی ایکٹیویٹی بھی بولی ہوئی تھی۔

عانتہ سلجھے ہوئے مزاج کی لڑکی تھی۔ پورے خاندان میں اس کی تعریف ہوتی تھی
مجھے بیٹوں کی ماؤں نے عانتہ کی ماں زینب بیگم سے دبے لفظوں میں اظہار پسندیدگی کیا تھا
اس پر انہوں نے سوچنے کی مہلت مانگی تھی۔ دباصل تعلیم مکمل کئے بغیر وہ عانتہ کی شادی کے
ت میں نہیں تھیں اس لئے ٹال رہی تھیں۔ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز انہیں بیٹی تھی خدمت گزار
عادت ممدان کی جنبش ابرو کی منتظر۔ ان دونوں میاں بیوی کو بجا طور پر اس پر فخر تھا۔ اس نے
بھی ان کے اعتماد کو نہیں نہیں پہنچائی تھی۔

وہ شادی میں شرکت کرنے کی خاطر دہشتے کے لئے پڑی آئی تھی۔ آج لائبر عانتہ کے
نے اسے اپنے ساتھ لے آئی تھی۔ حالانکہ شادی والے گھر میں ممانی اس کی ضرورت محسوس کر
ی تھیں۔ مگر وہ لائبر ہی کیا جو کسی کی بات مان جائے۔

"تم یہاں بیٹھو میں فریڈر سے آئس کریم کال کر لاتی ہوں، مزے مزے کی ہائپر
رتے ہیں، ساری رات جاگیں گے۔" لائبر کپڑے بدل کر باہر نکل گئی۔ شیشے کے خوبصورت
لوں میں ٹوٹی ٹوٹی آئس کریم تھی۔ موسم کی مناسبت سے دلوں ٹھنڈی شیشی آئس کریم سے
ف ابرو ہو رہی تھیں، تب لائبر نے اسے ٹیلی فونک ماسٹوں کی کہانیاں سنانا شروع کر
یں۔ عانتہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے، بے یقینی کی کیفیت لئے لائبر کو دیکھے جا رہی تھی۔ وہ فیر
س کر اپنی کار گزاریاں بتا رہی تھی۔

”تم سچ کہہ رہی ہو؟“

”ایک سو ایک فیصد سچ، کیا بتاؤں دونوں ہی مجھے پر مرنے لگے تھے۔“ اس کے لہجے میں تناظر سا تھا۔ ”بلکہ ٹھہرو یہ شہاب کے مزے مزے کے ایس ایم ایس تمہیں پڑھواتی ہوں۔“ تپائی پر پڑا موبائل اس نے اٹھا کر آن کر دیا۔

”یہ لو پڑھو۔“ لائبہ نے مطلوبہ ایس ایم ایس سامنے اسکرین پہ دکھائی دیتے ہی موبائل اس کی طرف بڑھایا تو ناچار عانتشہ نے سلور اور نیلے رنگ کا موبائل پکڑ لیا۔

If I had a wish

I Would be ur tear

to born in ur eyes

to die on ur lips

بے چاری عانتشہ کے چہرے پہ پسینے کے قطرے جھمگانے لگے، اس کے لئے یہ سب نیا تو نہیں انوکھا ضرور تھا اس سے ابھی تک ایسی کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی تھی نہ یوں کسی نوجوان نے بے دھڑک اظہار پسندیدگی کیا تھا۔ اس کی پرورش وادی جان کے مشفق سائے اور زینب بیگم جیسی نیک عورت کے ہاتھ میں ہوئی تھی، پھر گھر کا ماحول ایسا تھا کہ اس طرح کی باتیں اس کے یہاں نہیں ہوتی تھیں۔

لائبہ کی پارے کی طرح متحرک رہنے والی عادت سے وہ واقف تھی مگر وہ اس حد تک آگے جائے گی یہ تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

”لائبہ ایہ سب کچھ درست نہیں ہے۔ تمہارے ساتھ بدلتا میں کچھ بھی ہو سکتا ہے پھر یہ مرد بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔“

”مگر لائبہ وقت گزاری کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔“ وہ رساں سے بولی تو لائبہ اس کا چہرہ دیکھنے لگی۔

”یارا کیا کروں۔ امی بھائیوں کی شادیاں بھی تو نہیں کرتی ہیں تاکہ بھابھیاں گھر میں آئیں تو کچھ ذہن بٹا رہے۔ ابو کو تم جانتی ہو وہ اولاد میں اور خود میں فاصلے کے قائل ہیں، شباؤا بے شک ہونے سے احترام میں کمی آجائے۔ سو گئیں امی تو ان کی اپنی مصروفیات ہیں ان کے خیالات بھی ابو سے ملتے جلتے ہیں اور پھر تم جانتی ہی ہو کہ ابو، بیٹیوں کو زیادہ سرچڑھانے

کے تھک نہیں ہیں، اس طرح محو کے دیکھتے ہیں مانو جان ہی نکل جاتی ہے۔" بے بسی سے بولتی لائینہ اس وقت اسے بہت محسوس لگی۔

"پھر بھی تم اچھا نہیں کر رہی ہو، اگر ایسا ہم چاہو تو خیر ہوگی تو....."

"نہیں ہوتی، انہیں میری پروا ہوتی ہے۔" اس کی لائینہ پاس سے ہر اختیار بھرا گیا۔

"پھر بھی میری مانو تو محتاط رہو، یہ سب بہت خطرناک ہے۔" قائدان میں اگر کسی کو

خیر ہوگی تو خیر نہیں ہے پھر سب سے بڑھ کر براہیم چاہو تو تمہیں زنبو نہ چھوڑیں گے۔" وہ اسے نتائج سے ڈرا رہی تھی۔ وقتی طور پر لائینہ بھی سمجھ گئی۔ پھر وہ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگیں۔



لائینہ گریجویشن کے بعد تعلیم کے سلسلے کو جاری رکھنا چاہتی تھی مگر ایوانجیکیشن کے خلاف تھے مجبوراً اسے دل ہارنا پڑا۔ اب پھر ایک بار وہ تھی لائینہ کی تمناؤں۔ پورے سے بچنے کے لئے اس نے اخبارات و رسائل میں پناہ ڈھونڈنے کی کوششیں کیں، پر جلد ہی اس کی بے چین فطرت اسکا مگی تو ایک بار پھر اس نے ٹیلی فون میں پناہ ڈھونڈ لی۔

اس دفعہ اس کے موہاگل پ بذات خود ایک راگ کال نے ایسا ہی کیا۔ یہ ڈیٹان نام کا درمیانی عمر کا مرد تھا۔ مگی لپٹی رکھے بغیر اس نے صاف صاف لائینہ سے قریب شپ کا اٹھا دیا۔

"دیکھیں، میں لاہور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں پڑی جا پ کے سلسلے میں مقیم ہوں۔ میں آپ کو دوسرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ شادی شدہ اور صاحب اولاد ہوں، مگر شادی میری مرضی سے نہیں ہوئی ہے۔ میں تمہاریوں کا مارا ہوا ہوں۔" ڈیٹان کے لہجے میں کچھ ایسا گمراہ تھا کہ لائینہ کھل کر رہ گئی۔ پھر آگے والے دنوں میں ڈیٹان اس کے قریب آنے کی کوششیں کرتا رہا۔

"لائینہ میں آپ سے ملنا چاہتا ہوں، دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی آواز اتنی رسلی اور مہر ہے وہ خود کیسی ہوگی۔ لائینہ آئی کو پو، میں نے کسی کے لئے بھی ایسی تڑپ محسوس نہیں کی ہے، جہاں آپ کے لئے کر رہا ہوں آپ نے تو مجھ سے میرا سب کچھ چھین لیا ہے۔ رات کے اس سنائے میں، میں شدت سے آپ کی کئی محسوس کر رہا ہوں کاش اس وقت تم میرے سامنے نہ ہوتیں تو....." ڈیٹان اچانک آپ سے تم چا اتر آیا۔ اس کی کھلی ڈلی باتوں سے لائینہ کے رخسار چھنے لگے۔ رضوان اور شہاب نے کب اس سے ایسی باتیں کی تھیں، وہ عام سے مشتعل وایلاگ

بولتے تھے۔ اپنی عمر کے مطابق ڈرتے ڈرتے ٹاپ تول کرنا ٹھہر محبت کرتے تھے، مہا دالائیہ بُرا نہ مان جائے مگر ذیشان ایسا نہیں تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ کم عمر لڑکیوں سے کیسے بات کر کے چاروں شانے چت کیا جاتا ہے۔ اس نے آزمودہ طریقہ اپنایا تھا۔

دوسرے ہفتے ہی اس نے لائیب کو شادی کی آخر کردی ڈالی۔

”مجھ سے شادی کرو گی، یقین کرو بہت خوش رہو گی۔ تقریباً اڑھائی سال سے میرا اپنی بیگم سے کوئی ریلیشن نہیں آخر میں بھی تو انسان ہوں۔“ وہ پسینہ پسینہ ہو گئی۔ بچی تو نہیں تھی کہ اس کی باتوں کا مطلب نہ سمجھتی۔

”لائیب! مجھ سے ملو نا، ملو گی نا۔“ اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلا دیا۔

عائشہ کے والد اسماعیل صاحب کی پوسٹنگ راولپنڈی ہوئی تو کسی مناسب گھر کے ملنے تک ابراہیم صاحب نے انہیں بخوشی اسے اپنے گھر ٹھہرنے کی پیشکش کی۔ نیشہ کو دیپور اور دیپورانی کا احسان لینا گوارا نہیں تھا مگر ان کے خلوص کے آگے دونوں مجبور ہو گئے۔

ڈبل ستوری یہ گھر اچھا خاصا کشادہ اور خوبصورت تھا۔ وہ خاندان اس میں با آسانی رہ سکتے تھے۔ شروع شروع میں نیشہ نے کچھ اجنبیت محسوس کی، مگر نفیسہ اور ابراہیم صاحب کے اپنائیت بھرے رویے نے ان کے سارے جذبات دور کر دیئے۔ پھر ابراہیم بھی چھوٹے بھائی کی موجودگی سے بہت خوش نظر آ رہے تھے۔ ادھر لائیب کو راز و اردوست میسر آ گئی تھی۔ عائشہ اس کے کمرے میں ہی مقیم تھی۔

ذیشان کے بارے میں الف ثانیہ اس نے سب کچھ بتا دیا تھا عائشہ سدا کی بزدل خوفزدہ ہو گئی، ادھر ذیشان کا یہ مطالبہ زور پکڑتا جا رہا تھا کہ لائیب اس سے جلد از جلد ملے۔ راولپنڈی آتے ہی عائشہ کے لئے بہت اچھی فیملی سے رشتہ آ گیا۔ ولید ان کے گہرے دوست کا بیٹا تھا، اگر وہ خاندان میں کسی جگہ ہاں کرتے تو باقی دونوں گھر ناراض ہو جاتے اس لئے ان کا ارادہ تھا کہ ولید کے لئے ہی ہاں کریں گے۔ اس سلسلے میں عائشہ سے رضا مندی لی گئی تو اس نے ماں باپ پہ فیصلہ چھوڑ دیا۔



”ذیشان بھائی! وہ بہت پالا لڑکی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی شادی شدہ ہونے کا سن کر کبھی بھی آپ سے ملنے نہیں آئے گی، اس لئے مجھے کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔“



شدت جذبات سے شہاب کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

دیشان اس کا خالہ زاد بھائی تھا۔ لائپہ کے ساتھ دل لگی کا سلسلہ جو ہنسی غناقی میں شروع ہوا تھا اس کے لئے بچ بچل دل کی لگی بن گیا تھا، پھر اس نے جھوٹ بول کر جس طرح اس میں چھڑانے کی کوششیں کی تھیں اس سے شہاب کی مرمانہ انا جاگ اٹھی تھی۔ وہ ہر صورت لائپہ کو ٹپا دکھانا چاہتا تھا اس کے ذہن میں کئی منفی منصوبے جنم لے چکے تھے۔ اس لئے اس نے دیشان کو راز دار بنایا تھا۔ جب زبان ہونے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا اب ہی تو وہ ختمی ختمی لائپہ کے ساتھ بات کرتے تھے۔

”میں ولید سے مدد لیتا ہوں اٹھلی جنس میں ہے۔“ لائپہ اختیار ولید کا نام نامی کر کے ذہن میں چمکا تو دیشان نے اس کی طرف عجیب نگاہوں سے دیکھا۔

”وہ اس کام پر آمادہ نہیں ہوگا۔ اس طرح کی فضولیات سے وہ دور بھاگتا ہے۔“

”میں اسے آمادہ کر لوں گا، یوں بھی معاملہ لڑکا کا ہے۔ بڑے بڑے پارمان جانتے ہیں۔“ شہاب پر یقین تھا۔

ولید، شہاب کا چڑی تھا۔ ملاک بیرون میں ان کے گھر آئے سامنے تھے۔ شہاب کو محسوس ہو رہا تھا اس نے غمناک لہجہ دیشان کو اس معاملے میں شامل کیا، کیونکہ وہ لائپہ سے بچھا چھڑانے کے موڑ میں نظر نہیں آ رہے تھے۔ شہاب کو ولید کا خیال اس لئے آیا تھا کہ اس کی شخصیت بڑی دھانسو تھی دوسرے لائپہ سے سو فیصد یقین تھا کہ لائپہ اسے دیکھ کر ہی پیچھے ہٹتی ہے۔

دوسرے پہلے تو وہ جس جس کر باتیں کرتی تھیں۔ تب ہی اس نے دیشان بھائی کو راز دار بنایا تھا۔

چیک کرنا چاہتا تھا کہ واقعی لائپہ بچ بچل رہی ہے۔ پہلے بچے تک تو اس کا سو بچل آگ رہا پھر ٹھیک لوں دن دیشان کی بات ہوئی تو وہ آواز سننے ہی لٹو ہو گیا۔ گھر سے تو وہ پہلے ہی بیڑا چھوڑ

چڑی اس کی پسند کی نہ تھی۔ گزشتہ اڑھائی سال سے لڑ جھگڑ کر چڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ خود اس تلاش میں تھا کہ تنہائیوں کا کوئی ساتھی ملے۔ شہاب نے بیٹھے بیٹھے مسئلے کا حل بتا دیا تھا۔

ویک اینڈ کی رات بڑی خوشگوار گزرتی تھی، لائپہ سے جوش جذبات میں وہ بڑی کھلی کھلی باتیں

کہہ جاتا تھا، پھر لائپہ نے اپنے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس سے اس کا بیجان کچھ اور بھی بڑھ گیا تھا۔ وہ دس بھرے لہجے میں بولتی تو دیشان کو کائنات ساکت ہوتی محسوس ہوتی۔ ”بھراقتہ

پانچ فٹ دواج رنگ فخر ہے، ہونٹ گلابی رنگ کے ہیں، آنکھیں براؤن ہیں۔ بال کمرنگ

آتے ہیں اور ہاں میری کلائی میں دوانچ کی چوڑی آتی ہے۔“ وہ سچ سچ بول رہی تھی اور ذیشان اس کے تصوراتی خاکے میں کھویا ہوا تھا۔ ”اُف دوانچ کی چوڑی جس کلائی میں آتی ہوگی وہ کلائی تو مکھن ملائی جیسی ہوگی۔“

”لائبہ! کب ملوگی، کیوں ترسار رہی ہو، میرا تو نڈا حال ہے۔ تمہاری محبت میں سب کچھ بھول گیا ہوں۔“ وہ بے چارہ گری سے بولا تو لائبہ پاس لیٹی فائشہ کو دیکھ کر فخریہ انداز میں ہنس دی۔

”میں آپ سے کیسے ملوں۔“ اس کے انداز میں دنیا جہان کی بے چارگی رچی ہوئی تھی۔ ”میں حجاب لیتی ہوں مکمل پردہ کر کے باہر آتی ہوں کوئی ایسی دیکھ لڑکی نہیں ہوں، کیا سمجھے آپ۔“ وہ ادا سے بولی تو ذیشان کی آنکھوں میں عقابی سی چمک آئی۔ ”تو کیا ہوا میں کونسا آپ کو بے حجاب ہونے کو کہوں گا، صرف اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانا چاہتا ہوں اور بس مجھے یقین ہے ایک بار مجھے دیکھنے کے بعد آپ میرے لئے پاگل نہ ہو گئیں تو کہنا۔“

”اچھا جی، یہ بات ہے۔“

”ہاں لائبہ! میں چھ فٹ کا لمبا تڑنگا پاڈی بلڈر لگتا ہوں۔ باقاعدگی سے جم جاتا ہوں، میرا سٹائل میرا فوجی ہے دیکھو گی تو دیکھتی رہ جاؤ گی۔ مجھے بہت سی لڑکیاں دوستی کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آفر کر چکی ہیں مگر مزادل تو لائبہ جیسی معصوم لڑکی میں بغیر دیکھے انک گیا ہے۔“

اب بھلا ذیشان حسن کو اور کیا چاہئے، بس یہی خواہش ہے کہ لائبہ کی حسین محبت میں موت آئے۔ ”ادھر وہ اپنے آپ اس کی گفتگو سن کر اس نے ملنے کا موڈ بنا لیا تھا۔ اب عائشہ ساتھ تھی اس کی موجودگی میں وہ گھر سے کوئی بھی نہایت کر کے نکل سکتی تھی۔“

”عائشہ سو چکی تھی۔ وہ بھی آکر اپنے بستر پہ لیٹ گئی۔ عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی۔ ناقابل بیان ہلکے ہلکے سرور کے زیر اثر وہ جیسے آسمانوں میں پرواز کر رہی تھی۔ کچھ تو تھا ذیشان کے انداز میں کہ جیسے وہ کمزور پڑ گئی تھی۔“



ولید نے عائشہ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لیکن اب اس کا عمل کو اعتراض نہیں تھا، پر ابراہیم صاحب اڑ گئے۔

"ابھی دلاج تو نہیں ہوا جو صاحبزادے دھڑلے سے فرما رہے ہیں کہ ہماری بیٹی کو بیکس گے۔ ہرگز نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔" ان کی ضد کے آگے اسماعیل صاحب بے بس ہو گئے۔ آخر کو ایما ایم یوے بھائی تھے کچھ بھی تھا وہ ان کے حکم سے سر تابی کی بجائے نہیں رکھتے تھے۔ غصہ کہنا چاہتی تھیں کہ اس میں حرج الی کیا ہے شرعاً جب اس میں ممانعت نہیں ہے، پر شوہر کے تیرد و یکہ کر وہ بھی اچھی پڑ گئیں۔ ولید کو جب علم ہوا تو اسے کافی غصہ آیا بھلا یہ بھی کوئی تک قبی کہ وہ اپنی ہونے والی شریک سفر کو دیکھ بھی نہیں سکتا تھا یہ تو اسے پتا تھا کہ عائشہ شرمی حجاب جتنی ہے اور کافی متوہن ذہن کی مالک ہے۔

ادھر ذیشان اور شہاب اسے ایک ایڈ وچر میں حصہ لینے پر اکسا رہے تھے وہ چاہتا تو نہیں تھا، کیونکہ اس طرح کی مہمات میں اس نے کبھی دلچسپی نہیں لی تھی، مگر شہاب نے کچھ جھوٹ بچا کر ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ نرم پڑ گیا۔ پھر انہوں کو نسا کوئی لمبی چوڑی فرمائش کی تھی بس یہی کہا تھا کہ تم گاڑی میں ساتھ چلتا اور نکلاں کپڑے پہنتا، پھر میں اپنی محبوبہ کو دیکھ کر آ جاؤں گا۔ وہ راضی ہو گیا تھا۔

اسماعیل صاحب نے ایما ایم صاحب کے قریب ہی گھر لے لیا تھا۔ شروع کے چند دن تو گھر کی ترتیب و آرائش میں لگ گئے۔ لائبریری نے شروع سے آخر تک اس کی مدد کر رکھی۔ سارا سارا دن اور بعض اوقات طواریات کو بھی ان کی طرف رگ جلتی۔ اب لائبریری اور اسماعیل صاحب بچے گھر منتقل ہونے کی خوشی میں سامنے رشتہ داروں کی دعوت کرنا چاہتے تھے۔ اس دن لائبریری اقران قری میں اس کی طرف آئی۔

"الھو عائشہ! میرے ساتھ ذرا مارکیٹ تک چلو، میں نے میچنگ کا دوپٹہ لپٹا ہے کل جو کپڑے دعوت میں پہنتے تھے اس کا دوپٹہ مل ہی نہیں رہا ہے، آؤ ٹافٹ لے آتے ہیں۔" وہ بہت پر جوش سی ہو رہی تھی۔

"ذرا صبر کرو میں دائش کو اٹھاتی ہوں۔"

"وہ کس لئے؟"

"بھئی اس کے ساتھ جائیں گے نا۔" وہ رسانیت سے بولی تو لائبریری گڑبڑا سی مگنی۔ سارا پوٹو گرام ورام برہم ہوتا ٹھوس ہوا۔ پر عائشہ کو وہ متح بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اسماعیل آج دن نے ذیشان سے ملنے کا پروگرام بنالیا تھا۔

اس نے فون کر کے ذیشان کو کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ کاسنی کپڑوں میں ملبوس میری کزن ہوگی، اسے کچھ معلوم نہیں ہے اس لئے آپ کوئی بے اختیار فیصلہ نہیں دکھائیے گا۔
فی الحال یہی طے ہوا تھا کہ ابھی وہ ایک دوسرے کو دیکھیں گے، بعد میں طے کیا جائے گا کہ کیا کریں۔

لائبہ نے عائشہ کے اسکارف کا ڈیزائن اور ٹرگاؤن کا بلیک ٹر پمپ سے ہی بتا دیا تھا۔ یعنی وہ عائشہ تھی اور عائشہ لائبہ تھی۔ اسے ذیشان پہ اپنے پردے کا رعب بھی تو جمانا تھا۔
دانش نے گاڑی کمرشل مارکیٹ کے پارکنگ ایریا میں بڑی تو لائبہ کا دل دھڑکنے لگا۔ دونوں گاڑی سے نکلیں وہ آگے آگے اور دانش کی رنگ جھلانا ان کے پیچھے تھا۔ طے کی ہوئی جگہ کی جانب لائبہ نے چور نگاہوں سے دیکھا تو ذیشان کو دیکھ کر وہ دیکھتی رہ گئی۔ سچ سچ وہ سراپے جانے کے لائق تھا۔ شہاب، ولید سے قدرے دیر ادٹ میں کھڑا تھا۔ حجاب میں ملبوس لڑکی کو دیکھ کر اسے قدرے افسوس ہوا۔ ”لٹی نقاب ہے اور کروت تو دیکھو۔“ وہ سخت کبیدہ خاطر ہوا۔ نقاب والی لائبہ کے ساتھ جو قیامت سی لڑکی تھی وہ واقعی دیکھے جانے کے لائق تھی۔
چکن کے کاسنی سوٹ میں ملبوس لائبہ کی کزن کا متناسب جسم قیامت خیز تھا۔

ولید، دانش کو اچھی طرح پہچانتا تھا اور اس کے ساتھ بلیک گاؤن میں ملبوس اس کی منگیترا اور شہاب کی جان جاناں کے سوا بھلا اور کون تھی، تو یہ تھی پردہ دار عائشہ کی حقیقت، اس کے ساتھ منگنی کر کے کسی اور کے ساتھ پیار کی پٹیلیں بڑھا رہی تھی۔ ولید وہیں سے سر درد کا بہانہ کر کے گاڑی ٹرن کر کے واپس چلا گیا۔ شہاب ہیلمنٹ میں چہرہ چھپائے موٹر سائیکل پہ دونوں لڑکیوں کے پیچھے پیچھے آنے لگا، اس کی پوری توجہ لائبہ کی طرف تھی جو کاسنی سوٹ میں ملبوس اپنے حسن کے جلوے نکھیر رہی تھی۔

ولید واپس آ کر جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔ دماغ کہہ رہا تھا یہ غلط نہیں تو ہو سکتی ہے اور دل کہہ رہا تھا نہیں یہ سچ ہے جو اس نے دیکھا ہے۔

اس کے گھر والے تین چار بار عائشہ کے گھر جا چکے تھے، سوئے اتفاق وہ ان کے ہمراہ نہیں تھا، وہ بھی رویر واپس ہونے والی شریک سفر کو دیکھنا چاہتا تھا، پر ابراہیم صاحب کی وجہ سے بات بنتے بنتے رہ گئی تھی کیونکہ اسماعیل صاحب اور زینب تقریباً رات ہی تھے اور ولید کے گھر والوں نے بھی عائشہ کو بہو تسلیم کر لیا تھا۔

اس نے سب سے اس کی تعریف ہی سنی تھی۔ کل بے گھر میں ہونے والی تقریب میں انہیں بھی بلوایا گیا تھا۔ ولید صوفیہ محل کا ٹھہرے دل سے جائزہ لینا چاہتا تھا۔ واقعہ ایسا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ شہر بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

دوسرے روز وہ خدوای اور بہنوں کو چھوڑ کر آیا۔ اسامیل صاحب نے اندر آنے کو کہا پر وہ ضروری کام کا کہہ کر سیدھا گھر چلا آیا۔ اسے آئے ہوئے چند منٹ ہی گزرے تھے کہ شہاب بھی چلا آیا۔ وہ کل والے واقعے کی وجہ سے بہت پرعوز ہو رہا تھا۔ ولید اندرونی اضطراب چھپائے ہوئے ہاں کرتا رہا۔ شہاب کے پاس اپنی محبوبہ کی باتیں تھیں اور اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ شہاب اس کا چہرہ دیکھ کر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے پر گریسنے پر بھی وہ نہ بھونکا تو شہاب بھی خاموش ہو گیا۔

ولید کے گھروالوں نے وجہ بتائے بغیر چپ چاپ رشتہ ختم کر دیا۔ شہاب کے ہاں ہار اپنا قصور پہنچنے پر ولید کی امی نے فقط اتنا کہا کہ "میرے بیٹے کو عائشہ کے چال چلن پہ شک ہے۔" ساتویں آسمان گویا ان کے سر پہ گر پڑے تھے۔

عائشہ جیسی سادہ دل، کم آمیز بی بی بھلا کیسے بدچلن ہو سکتی ہے؟ وہ سر ہکا کر رونے لگیں۔ اس وقت لائبریریوں کوں سے بیک وقت شکار اور شکاری کا کھیل کھیل رہی تھی۔ اس نے ناٹم پاس سے آغاز کیا تھا اور اب خاصی مشتاق ہو چکی تھی۔ ذیشان حسن والا واقعہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت بھی وہ رنے رنے فخرے بولی رہی تھی۔ "ہانچ فٹ دواج میرا تہ ہے، مگر فخر ہے۔ دواج کی چڑی آتی ہے میری کلائی میں، تیس شلو اور بڑے بڑے دوپٹے لٹی ہوں نماؤں بال ہیں، نماؤں آنکھیں ہیں چجب استعمال کرتی ہوں۔" یہ فخرے تو اسے اذہر ہو چکے تھے۔ اور سننے والا ندا ہو کر رہ جاتا۔



چار سال ہوئے گزرے تھے چار پل۔

عائشہ کی شادی بہت اچھے گھرانے میں ایک آری آفیسر کے ساتھ ہو گئی تھی۔ وہ لہجے گھر میں خوش و غرم تھی۔ شوہر صاحب اکلوتے بیٹے تھے ایک تندرست اور ساس سرستھے جو اس پر دھیان نہ دیتے تھے۔ اپنی خدمت گزاری اور ملازم سے اس نے بہت جلد اپنا مقام بنا لیا تھا۔ آج لائبریری کی شادی تھی۔

وہ دیکھن بنی سکھپوں کے سنگ بیٹھی ہوئی تھی۔

اس کا ہونے والا شوہر بہت پیسے والا تھا۔ امراہم صاحب کی عمر کے تھے وہ نوگس۔ ابو اور بھائیوں نے خود آئے والے رشتے کو اس کے کیا تھا۔ اس دوران امراہم صاحب کی پوری کوشش تھی کہ لائبریری سے ہونے والے شوہر کو دیکھ نہ سکے۔ ان کی بھی نرالی منظور تھی، بہر حال آج بیٹی کا بھاری بوجھ ان کے سر سے اتر گیا تھا۔



”کل کو گل نہ کہوں تو کیا کہوں۔“ اس کا شوہر دوائی کا تھا اس کی بھائی میں پہتا ہونے کہہ رہا تھا۔ اس نے دوائی ذرا بوجھل چلیں اٹھا کر پھلی بار پتے شریک ستر کو دیکھا خوشحالی کی چمک اس کے آسودہ چہرے سے عیاں تھی۔ وہ حائر کن شخصیت کا مالک لگ رہا تھا۔ لائبریری نے نکاہیں جھکا لیں، آج اسے بے انتہا شرم آرہی تھی۔

شہاب رضا نے چار سال اور دو ماہ پہلے تک اس کا گھر تک نہ بچھا کیا تھا۔ اس شام امراہم گھر دیکھ کر ہی اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کے گھر والے ایک بھر دنگار فضا کو ہرگز بیٹی کا بھروسہ نہیں تھا نہیں گے، جسے دیکھتے ہی وہ پھلی نگاہ میں متاثر ہو گیا ہے۔ پراپرٹی ایجنٹ سے اسے آرٹیکلرز تک اس کی ذاتی محنت اور کاوشوں کو بھی دخل تھا، جب اپنے والدین کو اس نے نکالا، اسے اسیر کرنے والی لڑکی کے گھر بھیجا تو انکار نہیں ہوا۔ اس دوران وہ اس سے غافل نہیں رہا تھا، اپنے طور پر معلومات کا سلسلہ جاری رکھا جس سے وہ خاصا مطمئن ہوا۔ اس کی پرورش دوائی امراہم میں ہوئی تھی اس کے کردار میں کہیں جھول نہیں تھا۔ یہ سب باتیں جاننے کے لئے اسے اپنے ذرائع استعمال کرنے پڑے تھے۔

شادی کا عروسی جوڑا شہاب نے اپنی پسند کا بنوایا تھا جو گل کے ایسے سراپے پر غور کیج رہا تھا۔ وہ بے تکلفی سے دوستاد ماحول میں بات کر رہا تھا، آہستہ آہستہ گل کی جھجک کم ہو رہی تھی۔ شہاب کو اس کی آواز بڑی اچھی لگی، ابھی تک انساں محبت اس نے گل کو سنانے کی ابتداء نہیں کی تھی۔

پھر کافی دیر گزر گئی۔ وہ کپڑے بدلنے کے لئے اٹھی۔ پہلے ڈریسنگ ٹیبل کے آئیے میں دیکھ کر اس نے وہ پتے سے ہنسی نکالی۔ پھر گھبرے ہالی کھولے۔ شہاب اس کی پشت کھڑا تھا۔

”مجھے پتا ہے۔“ وہ اس کی جذبیوں سے دہکتی آنکھوں کی تپش بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ وہ بالوں میں برش کر رہی تھی۔ معا جڑاؤ نگن میں اس کے سنگی بالوں کی ایک لٹ پھنس گئی تو اس نے وہیں ہاتھ روک لیا۔

”آپ کو پتا ہے، مجھے دوانچ کی چوڑی فٹ آتی ہے، قمیص شلوار اور بڑے بڑے دوپٹے مجھے پسند ہے، چوڑیاں میں بڑے شوق سے پہنی ہوں یہ نگن سوا دوانچ کا ہے، کھلا ہے میری کلائی میں۔“ اس نے نگن اتار کر ناز سے شہاب کی طرف بڑھایا مگر شہاب تو کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ یہ آواز لہجہ یہ لفظ نئے تو نہیں تھے۔ بس وہی دھوکہ کھا گیا تھا۔

جڑاؤ نگن اس کے ہاتھ سے نکلنا ہوا زمین بوس ہو گیا۔

”دوانچ کی چوڑی۔“

”دوانچ کی چوڑی۔“

وہن پہ مسلسل یہ لفظ ہتھوڑے پر سارے تھے۔ اب تو ڈرینگ ٹیبل کے آئینے میں اس کا شکست خوردہ سراپا بھی چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔

”دوانچ کی چوڑی۔“

”دوانچ کی چوڑی۔“

